کشمیر کی سرگذشت

(۴)

مقبوضہ کشمیر میں

برطانوی ہفتہ وار "ٹائم اینڈ ٹائیڈ" کا وقائع نگار نام نہاد الحاق کے بعد کشمیر گیا اور اس نے بڑے افسوس سے یہ لکھا :-

سیاست دان کہتے ہیں کہ جب کشمیر میں امن بحال ہو جائے گا تو استصواب رائے عامہ کیا جائیگا جب ووٹ دینے والے افراد مر کھپ چکے ہوں گے، اپنے گھر بار سے باہر نکال دیئے گئے ہوں گے یا خوف کے مارے چپ ہوں گے؟"

یہ ہے ان حالات کا ملخص جو نہرو کی فضائی فوج کے کشمیر پہ نازل ہونے کے بعد رونما ہوئے۔ اور اس کے بعد بروئے کار آئے۔

لیکن ان کا آغاز تو پہلے ہی ہو چکا تھا جن لوگوں نے ان حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے انھوں نے تقسیم سے پہلے کے حالات بھی قلمبند کیے ہیں۔ مثال کے طور پر تقسیم سے کتنی ہی مدت پہلے ڈوگرہ فوجیں مظفرآباد اور اس کے نواحی دیہات کے مسلم علاقوں میں متعین کی جا چکی تھیں۔ مئی ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں سے ہتھیار چھین لیے گئے اور جو لوگ لائسنس شدہ ہتھیار واپس نہ کریں اُن کے لیے کڑی سزائیں مقرر کی گئیں۔ ۴ ستمبر کو اطلاع ملی کہ ڈپٹی کمشنر نے چپکے سے غیر مسلموں میں ہتھیار تقسیم کیے۔ پونچھ اور اکھنور کے مسلمانوں کو اگست ۱۹۴۷ء کے تیسرے ہفتے غیر مسلح کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں پہلے غیر مسلموں سے بھی ہتھیار واپس لئے گئے

تاکہ شبہ نہ پیدا ہو لیکن بعد میں انھیں چپکے چپکے سے ہتھیار دے دیئے گئے۔ وہ مسلمان افسر جو ریاستی فوج میں ذمہ دار عہدوں پہ فائز تھے۔ان کا تبادلہ شہری انتظامیہ میں کر دیا گیا اور شہری انتظامیہ کے بہت سے مسلم افسران کو جو کلیدی عہدوں پہ متعین تھے، ہٹا لیا گیا۔تمام اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کی جگہ ہندو اور سکھ افسر مقرر کئے گئے۔مسلح افواج کی تعداد ۵۶۰۰ سے ۱۲۰۰۰ تک بڑھا کر دگنی کر دی گئی اور نئے ملازمین صرف غیر مسلم تھے۔ہندوستانی قومی فوج کے سبکدوش جوانوں اور راشٹریہ سیوک سنگھ کے رضا کاروں کو مسلح افواج میں دھڑا دھڑ بھرتی کیا گیا۔کتنے ہی یوں لگتا تھا۔گویا کہ وسیع پیمانہ پر قتل وخون، مسلمان عورتوں کے اغوا، پورے کے پورے دیہات کی آتش زنی وغیرہ سے کشمیری مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ایسے کتنے ہی چشم دید حالات قلمبند ہوئے ہیں کی صداقت پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔انھی میں برطانوی وقائع نگار بلکہ بعض بھارتی اخبارات مثلاً "ٹائمز آف انڈیا" کے نامہ نگار بھی تھے۔بعد میں مسٹر نہرو جیسے بھارتی نیتاؤں نے پاکستان کے احتجاج کا جواب دیتے ہوئے ان واقعات کو تسلیم کیا۔اگرچہ اس مقدار میں نہیں جتنی مقدار میں وہ رونما ہوئے تھے۔کشمیر میں ایک لاکھ سے زیادہ بھارتی سپاہی متعین تھے۔علاوہ ازیں ایک ریاستی ملیشیا، بھارت کی مرکزی محفوظ پولیس اور ایک اور جماعت بھی تھی جو برعکس نہند نام زنگی کافور کے مصداق "امن بریگیڈ" کے نام سے موسوم تھی۔

سیاسی سطح پر پہلے تو مہاراجہ نے 'الحاق' کے موقع پہ شیخ عبداللہ کو جیل سے رہا کیا اور انھیں ہنگامی انتظامیہ کا سربراہ بنایا۔ان کے ساتھ ہی ایک اور صاحب مسٹر مہر چند مہاجن کو (جو سرحدی کمیشن میں بھی کام کر چکے تھے) وزیر اعظم مقرر کیا۔بعد میں مارچ ۱۹۴۸ سے شیخ عبداللہ کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔جب تک وہ بھارت اور مہاراجہ کی بھارت سے 'الحاق' کی پالیسی کے ساتھ ساتھ چلتے رہے محفوظ رہے۔لیکن جب انھوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ حکومت کے رائے شماری کے وعدے کو واقعی قابل ایفا سمجھتے ہیں تو ان کو جلد ہی قابل ملامت گردان کر پھر جیل میں جھونک دیا گیا۔وزیر اعظم کے منصب سے جیل میں قید، کتنا آسان مرحلہ تھا! یہ اگست ۱۹۵۳ء کی بات

ہے۔ شیخ عبداللہ نے اپنا مسلک بدلنے سے انکار کر دیا۔ اس لیے تب سے اب تک جیل ہی میں قید کی سختیاں جھیل رہے ہیں۔ سوائے رہائی کے دو مختصر وقفوں کے۔ ایک ۱۹۵۸ء میں صرف تین ماہ اور دوسرا حال ہی میں کوئی ایک سال کے لیے۔ ان کا قصور یہ ہے کہ وہ بڑی مضبوطی سے کشمیریوں کے حق خود ارادیت کے حامی ہیں۔

شیخ عبداللہ کے بعد بخشی غلام محمد وزارتِ عظمیٰ کی گدی پر براجمان ہوئے وہ اپنے پیشرو کی بہ نسبت اپنا کام بہت جانتے تھے۔ وہ عوامی تحریک کو دبا سکتے تھے، وہ رائے شماری کے خلاف اور پاکستان کے مخالف تھے۔ انھوں نے دس سال یہ سلسلہ جاری رکھا۔ لیکن جب وہ بھی علیحدہ کر دیئے گئے۔ (کامراج پلان کے تحت جس کا منشاء یہ تھا کہ پرانے سیاست دان نوجوانوں کے لیے رضاکارانہ طور پر جگہ خالی کر دیں۔ اور درحقیقت یہ ایک خاص پلان تھا جو صرف اس لیے تیار کیا گیا تھا کہ کانگریس ان جگادری سیاست دانوں سے گلو خلاصی کرائے جو کسی نہ کسی وجہ سے اس مقاصد کے لیے موزوں نہیں رہے تھے) تو بخشی غلام کو بھی بد دیانتی اور دوسری بدعنوانیوں کے لیے موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔ شیخ عبداللہ نے خود بخشی کی حکومت (جو، یاد رہے، دس سال سے زیادہ عرصہ قائم رہی، غنڈوں، موقع پرستوں اور چوروں کی حکومت قرار دیا۔

بخشی کے بعد اس کا نامزد جانشین شمس الدین کچھ دن اس عہدے پر فائز رہا۔ پھر اس کی جگہ جی۔ ایم صادق نے لے لی جو بھارتی مقاصد کے لیے زیادہ قابل اعتبار اور موثر شخص تھا۔

مقبوضہ کشمیر کی حکومت کے خلاف جذبہ کی وسعت اور شدت اس وقت ظاہر ہوئی، جب ۱۹۶۳ء کے آخری دنوں میں "موئے مبارک" کی چوری کا واقعہ ہوا۔ یہ مسلمانوں کے لیے بلاشبہ ایک نہایت المناک سانحہ تھا لیکن اگر ریاست کے حالات مختلف ہوتے تو اسے زیادہ صبر و سکون سے برداشت کیا جاتا۔ اس واقعہ پر تمام مقبوضہ کشمیر میں جو بدامنی پھیلی اور جسے وہاں کی حکومت دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے کے لیے کچھ نہ کر سکی۔ درحقیقت سال ہا سال کے دبے ہوئے غم و غصہ اور نفرت کے اجتماعی مظاہرے کے سوا اور کچھ نہ تھی۔

شروع ہی سے یا تھوڑے ہی عرصے بعد معلوم ہوتا ہے، بھارت نے یہ فیصلہ کیا کہ ریاست کا اپنے ساتھ انتظامی، اقتصادی، عدالتی اور سیاسی حیثیت سے انضمام کر لیا جائے۔ اس کا خیال تھا یہ بات ریاست پر بھارت کی گرفت زیادہ مضبوط کر دے گی، ریاست کے عوام کو اس کی راہ پر لے آئے گی اور حق خود ارادی کے استعمال کو، اگر اس کا موقع آ بھی جائے کم مخدوش بنا دے گی۔

'الحاق' نے بھارت کو تین اُمور پر اختیار عطا کیا تھا، امور خارجہ، دفاع اور مواصلات۔ یہ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی بات تھی۔ ۱۹۴۹ء میں بھارتی مجلس دستور ساز نے ریاست کے نمائندگان کے لیے چار نشستیں محفوظ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اگلے سال بھارتی حکومت اور اس کے نامزدہ کشمیری سربراہان کے مابین دیگر معاملات سے متعلق ضوابط کے اطلاق پر مذاکرات شروع ہوئے۔ جولائی ۱۹۵۲ء میں بعض نمایاں معاملات پر معاہدہ ہوا جو حسب ذیل امور پر مشتمل تھا:۔

(ا) سربراہ ریاست کی سفارش ریاستی مقننہ کرے گی لیکن اس کی منظوری بھارتی صدر دے گا۔

(ب) بھارتی قومی جھنڈے کو کشمیر میں وہی حیثیت حاصل ہو گی جو اسے بھارت کے دیگر حصوں میں حاصل ہے۔

(ج) معافی یا سزائے موت بدلنے کا اختیار بھارتی صدر کو حاصل ہو گا۔

(د) بھارتی صدر کا ہنگامی حالت کے اعلان کرنے کا اختیار کشمیر پر بھی حاوی ہو گا۔

مئی ۱۹۵۴ء میں بھارتی صدر نے ایک حکم جاری کیا جس کی رُو سے ریاستی حکومت اور ریاستی دستور ساز اسمبلی کی منظوری سے بھارتی دستور کا اطلاق کشمیر پر قرار پایا۔ عملاً بھارتی دستور کے وہ تمام ضوابط جن کا تعلق مرکز کے لیے محفوظ شدہ وضع قوانین کے اختیارات سے تھا مقبوضہ کشمیر پر بھی عائد ہوں گے۔ اب کیفیت یہ ہے کہ:

(ا) معمولی مستثنیات سے قطع نظر بھارت کے سپریم کورٹ کو کشمیر میں بھی وہی اختیارات ہوں گے، جو

انڈین یونین کے دیگر علاقوں میں حاصل ہیں اور دستور کی تشریح کے سلسلہ میں اس کا فیصلہ آخری وقطعی ہوگا۔

(ب) مرکز اور کشمیر کے مابین مالی تعلقات وہی ہوں گے جو مرکز اور دیگر ریاستوں کے مابین ہیں اور ریاست کے عائد کردہ درآمدی محصولات منسوخ ہو جائیں گے۔

سلامتی کونسل اقوام متحدہ کے اس انتباہ کے باوجود کہ کشمیر کی دستور ساز اسمبلی کا مباح ہونا مسلّم نہیں، اس نے اپنا کام جاری رکھا اور بالآخر ریاست کے لیے ایک آئین مرتب کیا۔ جس میں اسے بھارت کا اٹوٹ حصّہ قرار دیا گیا تھا۔ اس طرح جنوری ۱۹۵۷ء میں دستور کی منظوری کے مطابق مقبوضہ کشمیر کا بھارت سے باقاعدہ انضمام شروع ہوا۔ حالانکہ بھارت کے نمایندوں نے سلامتی کونسل کو اس بارے میں پوری پوری ضمانت دی تھی۔ لوک سبھا نے ریاستوں کی تنظیم نو کا جو منصوبہ منظور کیا۔ اس کے مطابق مقبوضہ کشمیر کو بھارت کے شمالی منطقے کا حصّہ بنا دیا جو ہماچل پردیش کے نام سے موسوم ہے۔ اس منصوبے کے مطابق ہر منطقہ چند بھارتی ریاستوں پر مشتمل ہے جس کی اپنی ہی ایک کونسل ہے۔ اس کارروائی کے جلد ہی بعد پبلک سروس کمیشن اور کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل کے فرائض بھی مدغم کر دیئے گئے۔ ازاں بعد ۱۹۵۹ء میں بھارت کا مرکزی الیکشن کمیشن ریاست پر حاوی ہوا۔ کشمیر کا ہائی کورٹ بھی بھارتی عدالت عالیہ میں شامل کیا گیا۔ اور کئی اور ضوابط بھی عمل میں آئے۔ ۱۹۶۳ء میں یہ فیصلہ بھی ہوا کہ دیگر بھارتی ریاستوں کی طرح صدر ریاست کو گورنر اور وزیر اعظم کو چیف منسٹر قرار دیا جائے گا۔

۱۹۶۴ء کے خاتمہ تک ہوم منسٹر، مسٹر نندا نے، ریاست کو بھارت میں مدغم کرنے کی تدابیر کی ایک فہرست مرتب کی۔ انھوں نے کہا:۔

(ا) ۱۹۶۴ء میں مقبوضہ کشمیر پر مرکزی قوانین کے اطلاق کی رفتار تیز تر کر دی گئی۔ اس طرح جن قوانین کا اطلاق ہوا وہ رفاہ مزدوراں، طبی خدمات، تجارت اور کاروبار،

اجناس کی پیداوار۔ رسد اور تقسیم۔ قیمتوں پر کنٹرول وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(ب) بعض امور کی حد تک لوک سبھا کو مقبوضہ کشمیر کے لیے وضع قوانین کا کلی اختیار ہوگا۔ اور بعض امور میں ریاستی اسمبلی کے ساتھ مشترکہ طور پر

(ج) حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ بھارتی دستور کی دفعات ۳۵۶ اور ۳۵۷ کا اطلاق کشمیر پر کرے جس سے ریاست میں آئینی نظام ناکام ہوجانے کی صورت میں اس پر بھارتی صدر کی حکومت کا اطلاق ممکن ہوگا اور لوک سبھا کو اس صورت حال میں کشمیر کے لیے وضع قوانین کا اختیار ہوگا۔

ہندوستانی نیوز ایجنسی یو۔ این۔ آئی نے بھارت کے انضمام سے متعلق منصوبے کا ملخص ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

"اعلیٰ ترین سطح پر مضبوط فیصلہ کیا گیا ہے کہ بھارتی آئین کی جملہ دفعات کو بتدریج تمام جموں وکشمیر پر عاید کیا جائے تاکہ اسے ملک کی دیگر عام ریاستوں کی سطح پر لایا جا سکے دفعہ ۳۷۰ کو منسوخ نہیں کیا جارہا۔ بلکہ اسے ریاست پر لوک سبھا کا اختیار حاوی کرنے کے لیے کام میں لایا جارہا ہے۔ یونین کے اپنے امور مشترکہ امور کو بتدریج ریاست پر حاوی کیا جائے گا"

سیاسی شعبہ میں بھی انضمام عمل میں آچکا ہے۔ نیشنل کانفرنس کی مجلس عاملہ نے جنوری ۱۹۶۵ء میں فیصلہ کیا کہ خود کو بھارت کی حکمران جماعت یعنی کانگرس میں مدغم کرلے۔ چنانچہ کچھ دن بعد کانگرس کی مجلس عاملہ نے مقبوضہ کشمیر میں پردیش کانگرس کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کردیا۔

ان تمام امور سے قطع نظر ایسی دیگر تدابیر کا سلسلہ بھی جاری ہے جیسے بھارت کے شہری ملازمین کا کشمیر میں روز افزوں تعداد میں روانہ کرنا۔ اُن نئی تدابیر کی ۴ دسمبر ۱۹۶۳ء کو خبر دیتے ہوئے جو بھارتی حکومت اختیار کررہی ہے۔ نیویارک ٹائمز نے اپنے نامہ نگار خصوصی کا

یہ بیان بعنوان جلی شائع کیا:-

"بھارت نے کشمیر پر اپنی گرفت مضبوط ترکر دی"

حالانکہ یہ پیرایۂ اظہار کچھ نرم ہے۔

بھارتی وزیر اعظم مسٹر شاستری، اس طرح اس عمل کی تکمیل کر رہے تھے جس کا آغاز ان کے پیشرو نے کیا تھا۔ انھوں نے لوک سبھا میں نہرو کی اس آواز کو دہرایا کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ حصّہ ہے اور ان کی حکومت اسے نمایاں طور پر بھارت کا اٹوٹ حصّہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔

اگر ہمارے عہد کی تاریخ سے کوئی سبق حاصل ہوتا ہے تو یہ کسی قوم پر کوئی بھی تشدد اتنا زیادہ نہیں ہو سکتا کہ یہ تھوڑے بہت عرصے میں ردّ عمل نہ پیدا کرے۔ ۸ راگست ۱۹۶۵ء کشمیری عوام کی زندگی میں ایک اہم دن تھا۔ اس دن ایک نئے ریڈیو سٹیشن نے جس کا نام "صدائے کشمیر" ہے مقبوضہ کشمیر ہی سے اعلان کیا کہ کشمیری عوام نے بھارتی حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے بھرپور جدوجہد کرنے کی خاطر ایک انقلابی کونسل قائم کی ہے۔

تب سے ہر روز مقبوضہ کشمیر میں حریت پسندوں کی بھارتی افواج کے خلاف نئی نئی کامیابیوں کی خبریں موصول ہونے لگیں۔

"صدائے کشمیر" نے اپنے اولیں نشریہ میں یہ اعلان کیا،

"آزادی کی جنگ شروع ہو چکی ہے۔ تمام کشمیریوں کو اپنی عزت و آبرو کے لیے فردِ واحد کی طرح اُٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔"

اور حالات بھی اسی کے آئینہ دار تھے۔

جیسا کہ ۱۹۴۷ء کے آزمائشی دنوں میں ہوا تھا۔ اسی طرح اب بھی بھارت نے اپنے لوگوں اور باہر کی دنیا کو بھی یہ کہہ کر گمراہ کرنے کی کوشش کی کہ یہ ہلچل عوامی بغاوت نہیں بلکہ پاکستان کی پیدا کی ہوئی شورش ہے۔ مقبوضہ کشمیر کو جب بھارت نے حریت پسندوں سے پاک کر دینے

کی کارروائیوں کو ناکام ہوتے دیکھا اور یہ بل چل جہاد حریت کی شکل اختیار کر کے سب کشمیر پہ چھا گئی تو بھارتی حکومت نے بدحواس ہو کر تصادم کا رُخ بدل دینے کا فیصلہ کیا تاکہ اس طرح کشمیر کے بارے میں ہمیشہ کے لیے پاکستان کی زبان بند کر دی جائے ۔"

اس سے پہلے مئی میں بھارتی فوج نے آزاد کشمیر کی جانب کرگل سیکٹر میں کئی چوکیوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ پاکستان نے اس پر اقوام متحدہ سے احتجاج کیا اور بھارتی فوج کو واپس ہٹنے پر مجبور کیا۔ جو اس عالمی ادارے کی مؤثر مداخلت کی ایک نادر مثال ہے ۔ اس دفعہ بھی بھارت نے وہی بُرا نا وطیرہ اختیار کیا ۔ اس نے ان چوکیوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور پھر اڑی پونچھ کے علاقے کی طرف قدم بڑھائے ۔ اس پر آزاد کشمیر کی افواج نے پاکستان کی افواج کی مدد سے حفاظتِ خود اختیاری میں جوابی حملہ کیا ۔

بھارت کو اس زبردست جوابی حملہ کی توقع نہ تھی ۔ بھارت کے وزیر دفاع نے بعدہٗ لوک سبھا میں استدلال کیا کہ اب وہ پاکستان کی مسلح افواج کو کشمیر سے باہر رے جانے کی کوشش پر مجبور ہیں ۔ اس مقصد کے پیش نظر انھوں نے پاکستانی سرحد سے ایک میل پرے ایک گاؤں اعوان شریف پر گولہ باری کی ۔ پھر انھوں نے پاکستان کے علاقۂ لاہور پر حملہ کیا ۔ یہ بھی کافی نہ تھا چنانچہ بعد کے دنوں میں دو نئے محاذ قائم کیے گئے ۔ ایک سیالکوٹ اور دوسرا بہت نیچے کی جانب گدرو کے مقام پر ، اگرچہ پاکستان پر اس بھرپور متعدد پہلوؤں سے حملے نے بھارت کے حسب منشاء پاکستانی افواج کو دُور دُور پھیلا دیا لیکن اس سے دُور شمال کی طرف مقبوضہ کشمیر میں آزاد کشمیر کی افواج کی یلغار میں زیادہ فرق نہ آیا اور نہ حریت پسند مجاہدین کے معرکوں ہی میں کچھ فرق آیا ۔

بھارت کو ان تمام محاذوں پر جو اس نے پاکستان کے خلاف کھولے تھے جو جو نقصانات اٹھانے پڑے وہ ایک الگ داستان ہے ۔ بھارت کی اس وسیع پیمانے پر مہم جوئی کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ اقوام متحدہ کو ایک بار پھر کوئی نہ کوئی کارروائی کرنے کے لیے حرکت میں آنا پڑا ۔